مرزا عبدالقیوم بیگ
صدر مجلس احرار اسلام خان پور
ضلع رحیم یار خان

جواں مرگ بدر منیر احرار
جو آج ہم میں موجود نہیں

بدر منیر احرار وہاں کوچ کر گئے جہاں سے آج تک کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔ روز لوگوں کے جنازے کندھوں پر اٹھتے دیکھتے ہیں۔ ایک روز اپنا بھی جنازہ یونہی اٹھے گا۔ اور ہم سب کو منوں مٹی کے نیچے دب جانا ہے۔ اعمال اچھے تو قبر راحت کدہ جنت اور اسکی مٹی پھولوں کی سیج اعمال برے تو یہی قبر کانٹوں کا بچھونا بن جائیگی۔

جواں مرگ بدر منیر احرار یکم ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۹۱ء بروز جمعہ المبارک لاہور کے نزدیک "مرید کے" میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ دل کا شدید دورہ جان لیوا ثابت ہوا۔ اور وہ رخت سفر باندھ کر عقبیٰ کو چلے گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وہ اپنے برادر نسبتی کی شادی میں شرکت کیلئے خانپور سے مرید کے گئے ہوئے تھے۔ بارات روانہ ہونے ہی والی تھی مگر وہ خود سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ جسد خاکی رات ڈیڑھ بجے خان پور پہنچا ۱۵ جون صبح ۸ بجے مرکزی عید گاہ میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ کے فرزند حاجی مطیع الرحمن درخواستی کی امامت میں ہزاروں افراد نے نماز جنازہ ادا کی۔ مرحوم کو سپرد خاک کرنے سے قبل ابن امیر شریعت سید عطا المحسن بخاری مدظلہ ملتان سے تشریف لے آئے۔ شاہ جی بدر منیر کی میت دیکھ کر غم و یاس کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے دعاؤں کے ہدیہ کے ساتھ اپنے مخلص ساتھی کو سپرد خاک کیا۔

راقم الحروف، مولانا عبدالقادر ڈاہر اور مجلس احرار اسلام خانپور کے تمام کارکن تجہیز و تکفین تک موجود رہے ہر شخص کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ راقم نے آگے بڑھ کر شاہ جی سے مصافحہ کیا تو انہوں نے گلوگیر آواز میں فرمایا۔ مجلس احرار اسلام ایک مخلص کارکن سے محروم ہو گئی ہے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ ایک شریف النفس۔ ملنسار خوش اخلاق ایثار پیشہ اور سچے مسلمان تھے۔

راقم ۱۹۷۱ء میں عام رکن کی حیثیت سے مجلس احرار اسلام میں شامل ہوا اور بدر منیر مرحوم ۱۹۷۲ء میں جماعت کے رکن بنے۔ مجھے یاد ہے کہ میں اور مولانا عبدالقادر ڈاہر ایک روز بازار سے گزر رہے تھے کہ نوجوان بدر سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے کہا "مجھے بھی احرار کارکن بنالیں" (یاد رہے کہ بدر منیر احرار۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے معروف کارکن نور احمد باغی مرحوم کے برادر نسبتی کے بڑے بیٹے تھے)

ہم نے کہا کہ آپ پختہ ارادہ کر لیں تو جماعت کے دروازے کھلے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب مجلس احرار اسلام پاکستان ملک بھر میں مذہبی جماعتوں کے عتاب کا شکار تھی۔ جس کے اثرات خانپور میں بھی گہرے تھے اور یہاں احرار کو جلسہ کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ خصوصاً ہم مسلک جماعتیں زیادہ مخالف تھیں۔ مدارس، و مساجد، پر انہی کا قبضہ و تسلط تھا

بدر منیر مرحوم کے جماعت میں شامل ہونے سے کارکنوں کا حوصلہ بڑھا۔ جماعت کا شعبہ نشر و اشاعت ان کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے شب و روز محنت کی۔ نشر و اشاعت پر اٹھنے والے اخراجات بھی تقریباً خود ہی برداشت کئے جس

کے نتیجہ میں اکثر مقروض رہتے۔ اخبارات شاہد ہیں کہ انہوں نے جماعتی پالیسیوں کی اشاعت کتنی منظم اور ٹھوس بنیادوں پر کی۔ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں سے بھر پور انصاف کیا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب خانپور کے صف اول کے قومی کارکنوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

۲۱۔ اگست ۱۹۷۳ء کو خان پور شہر میں تباہ کن سیلاب آیا۔ نواحی علاقوں سے لوگ پناہ حاصل کرنے کیلئے شہر کا رخ کر رہے تھے۔ ہر طرف افراتفری اور بے چینی کا عالم تھا۔ وبائی امراض پھوٹ پڑی تھیں۔ سرکاری اداروں کی کارکردگی انتہائی مایوس کن تھی۔ پیپلز پارٹی کی حکومت تھی جو صرف زبانی جمع خرچ کرنے میں مصروف تھی۔ پیپلز پارٹی کے تمام وعدے اور عوام کے ساتھ ہمدردیاں دیوانے کا خواب ہو کر رہ گئی تھیں۔ انتہائی پریشان کن حالات میں دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح مجلس احرار اسلام نے بھی خان پور ہائی سکول کے گراؤنڈ میں ایک طبی کیمپ لگایا۔ راقم کیمپ انچارج تھا اور وہاں بحیثیت ڈاکٹر فرائض انجام دے رہا تھا۔ مالی لحاظ سے جماعت بھی غریب تھی اور کارکن بھی۔ لیکن ہر کارکن کے دل میں متاثرہ افراد کیلئے ایک تڑپ، ایثار اور پرخلوص جذبہ موجزن تھا۔ بدر منیر احرار ادویات فراہم کرتے تھے۔ ادویات کہاں سے لاتے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے ۱۵ اگست کو طبی کیمپ لگایا۔ ہزاروں افراد کو ادویات فراہم کیں۔ کچھ اہم ادویات خان پور شہر میں نایاب ہو گئیں تو بدر منیر احرار فوری طور پر رحیم یار خان گئے اور نہ جانے کہاں سے ادویات لے آئے۔ انہوں نے دکھی انسانوں کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ہم کارکنوں نے اپنے کاروبار بند کر دیئے اور دن رات پریشان حال قافلوں کی دل جوئی کیلئے وقف کر دیئے۔ ہم نے تڑپتے ہوئے بے کس و مجبور انسان دیکھے۔ لیکن احرار کارکنوں نے اپنے وسائل کے مطابق اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ۲۱ اگست ۱۹۷۳ء کو صبح ۱۱ بجے گورنمنٹ ہائی سکول خان پور میں بھی سیلاب کا پانی داخل ہو چکا تھا۔ کارکن اپنے گھر کی دیکھ بھال کیلئے کیمپ سے جا چکے تھے۔ لیکن میرا ثابت قدم ساتھی بدر منیر احرار سیلاب کے پانی میں بھی طبی کیمپ میں موجود تھا۔ ہم اس وقت ہائی سکول کی چار دیواری سے باہر نکلے جب تباہ کن طوفانی سیلابی ریلا شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ مختصر سامان میرے کندھوں پر اور اتنا ہی مختصر سا سامان بدر منیر احرار کے کندھوں پر تھا اور پانی گھٹنوں تک۔ ہم پناہ حاصل کرنے کیلئے ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیئے۔

یہ غالباً ۱۹۷۴ء کے آخری مہینوں یا ۱۹۷۵ء کے شروع کے مہینوں کی بات ہے کہ حافظ محمد اکبر اعوان سابق رکن مجلس احرار اسلام رحیم یار خان اور سابق ڈپٹی سی رحیم یار خان عبدالوحید کے مابین کسی مسئلہ پر ٹھن گئی۔ دونوں میں اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ ڈپٹی سی نے اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے حافظ صاحب پر غنڈہ ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر لیا۔ ان کی تصاویر تھانوں میں آویزاں کرنے کا حکم جاری کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ضلع بدر بھی کر دیا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی قیادت اور ضلع رحیم یار خان کے کارکنوں نے حافظ صاحب کا بھرپور ساتھ دیا۔ حافظ صاحب کی عزت و آبرو اور ان کے وقار پر آنچ نہ آنے دی۔ عدالتی فیصلہ حافظ صاحب کے حق میں جاتے ہوئے دیکھ کر ڈپٹی سی نے مذہبی جماعتوں کو استعمال کیا۔ خصوصاً جمعیت علماء اسلام رحیم یار خان نے ڈپٹی کمشنر کا بھرپور ساتھ دیا۔ جمعیت کے مقامی قائدین اور کارکنوں نے حافظ محمد اکبر کو جامع مسجد غلہ منڈی رحیم یار خان سے دھکے دیکر باہر نکال دیا۔ بقول حافظ محمد اکبر جمعیت کے کارکنوں نے پتھر اور اینٹیں برسانے کے بعد الماریوں میں پڑے ہوئے قرآن پاک بھی اٹھا کر برسائے "اللہ معاف کرے۔ مجلس احرار اسلام کے افکار و نظریات کا عوام میں پھیلنا اور رسوخ کا بڑھنا جمعیت علماء اسلام کو نہ پہلے پسند تھا اور نہ اب ہے۔ جمعیت کے قائدین نے منفی و منفی سوچ کو عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے ڈپٹی سی رحیم یار خان سے بطور خاص تعاون کیا۔ لیکن افسوس کہ اپنوں میں! اپنے اور پرائے کی پرکھنے کی حس معدوم ہو چکی ہے۔ "جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔ وقت اور حالات ایک جیسے نہیں رہتے۔ سورج طلوع ہوتا ہے اور اسے ڈھلنا بھی ہوتا ہے۔ چاند نکلتا ہے طلوع شمس کے ساتھ ہی نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتا ہے۔ تاریخ سے سبق نہ سیکھنے والوں کو تاریخ خود بھی سبق سکھا دیتی ہے۔

انسان کا ضمیر مردہ نہ ہو تو اسے جھنجھوڑتا ضرور ہے۔ لیکن جدید دور میں جذبۂ ایثار و قربانی کی جگہ مال و دولت نے لے رکھی ہے۔ باضمیر انسانوں کا کردار اس کنول کے پھول کی مانند ہوتا ہے۔ جو تالاب کے سوکھنے کے ساتھ خود بھی سوکھ جاتا ہے۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو مرغابی کی مانند ایک تلاب کے سوکھنے کے بعد دوسرے تالاب کا رخ کرتے ہیں۔

بدر منیر احرار جو کہ صحافتی میدان میں قدم جما چکے تھے۔ متذکرہ حالات کو سنجیدگی سے لیا۔ حافظ محمد اکبر کا جماعتی رکن کی حیثیت سے قلمی محاذ پر بھرپور ساتھ دیا۔ اور ان کے حق میں منظم جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ بدر منیر نے ڈپٹی سی رحیم یار خاں کو للکارتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔! ہم امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمت اللہ علیہ کے سپاہی ہیں۔ ہم طوفان بن کر فرنگی سے ٹکرا گئے عقیدہ ختم نبوۃ کا تحفظ، عظمت و ناموس صحابہ کا دفاع احرار کے ایمان کا جزو ہے۔ ہم نے آزادی وطن کے لئے انگریز اور اسکی روحانی اولاد مرزائیوں کے دانت کھٹے کئے۔ تم حافظ محمد اکبر کو اکیلا مت سمجھو۔ شریفوں کی پگڑیاں اچھالنا اور ان کے خلاف لغو، من گھڑت مقدمات قائم کرنا بزدلوں کا کام ہوتا ہے۔ ہوش کے ناخن لو اور بخاری کے سپاہیوں کو مت چھیڑو۔۔۔۔" اس پر ڈپٹی سی نے بدر منیر احرار کے خلاف مقدمہ درج کر دیا۔ بدر منیر گرفتار ہوئے۔ راقم اور مولانا عبدالقادر ڈاہر صبح ناشتہ لیکر تھانہ سٹی خان پور گئے۔ ۱۹۷۳ء کے سیلاب کے بعد تھانہ سٹی عارضی طور پر ریلوے کالونی میں منتقل ہو چکا تھا۔ تھانہ کا انچارج راجہ ممتاز احمد تھا۔ انتہائی بددماغ اور گھٹیا ذہن کا آدمی تھا ڈپٹی سی کی پشت پناہی اور حکم کی وجہ سے اس کی گردن بھی تنی ہوئی تھی۔ پہلے تو اس نے ہمیں بدر منیر سے ملنے کی اجازت نہ دی۔ ہم میں بھی احرار کا خون تھا اور اب بھی ہے۔ ایس ایچ او ممتاز احمد سے شدید بحث و مباحثہ ہوا۔ تکرار سے بدمزگی پیدا ہوئی۔ آخر افہام و تفہیم کے بعد ہمیں بدر منیر سے ملنے دیا گیا۔ وہ حوالات میں بند دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنے مسکرا رہا تھا۔ اس نے تمام رات اسی حالت کرب میں گزاری مگر پھر بھی خوش تھا۔ ہم نے ایس ایچ او سے کہا کہ وہ ایک ہاتھ کی ہتھکڑی کھلوا دے تاکہ بدر منیر ناشتہ تو کر لے اس پر ایس ایچ او مزید بپھر گیا۔ غصہ میں کانپتے ہوئے بولا کہ وہ تو اس کے پاؤں میں بھی بیڑیاں ڈالنا چاہتا ہے۔ ایس ایچ او کے انداز گفتگو کو دیکھتے ہوئے بدر منیر کا خون جوش سے کھول اٹھا۔ ایس ایچ او کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ تاریخ میں تم جیسے بے شمار کمینے ہو گذرے ہیں۔ جنہیں کبھی اچھے نام سے یاد نہیں کیا گیا۔ یاد رکھئے اگر تجھے اپنی وردی پر مان ہے۔ تو مجھے اپنے ایمان پر ناز۔ تم میرے پاؤں جکڑ دو میری زبان کاٹ دو لیکن میرے پیغام کو قید نہیں کرسکتے میں امیر شریعت کی جماعت احرار کا ایک ادنٰی خادم ہوں۔ اللہ کا بندہ رسول کا غلام اور ایک غیرت مند مسلمان ہوں تاریخ تجھے ایک ذلیل، کمینے، کم ظرف اور گھٹیا آدمی کے نام سے یاد کرے گی۔ اور میرے نام کی تعظیم کرے گی۔ تین روز بعد بدر منیر احرار ضمانت پر رہا ہو گئے۔ خان پور میں ایک نذیر ہوٹل ہوا کرتا تھا۔ جس کی چھت پر شہریوں نے بدر منیر کے اعزاز میں ایک زبردست استقبالیہ دیا۔ جس کے مہمان خصوصی ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاالمہیمن بخاری مدظلہ تھے۔ شاہ جی کے مفکرانہ خطاب سے سامعین بہت محظوظ ہوئے اور بدر منیر کی استقامت اور جرأت پر اسے زبردست خراج تحسین پیش کیا، ایثار و قربانی کے یہ مناظر جب بھی ذہن میں ابھرتے ہیں۔ تو بدر منیر کی وفا بہت تڑپاتی ہے۔

بدر منیر احرار خاندان امیر شریعت سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ان کی ہمیشہ انتہائی کوشش ہوتی کہ شاہ جی کے فرزندوں میں سے جب بھی کوئی خان پور آئے میزبانی کا شرف صرف انہیں حاصل ہو۔

فرزندان امیر شریعت کو بھی بدر مرحوم سے بڑی محبت تھی اور وہ ہمیشہ اسی غریب مگر مخلص کارکن کے مہمان بنے۔ شاہ صاحبان کی آمد پر وہ اکثر معزز شہریوں اور پریس رپورٹروں کو اپنے گھر مدعو کرتے۔ اگر کوئی جماعتی پروگرام طے نہ پاتا تو وہ ذاتی طور پر گھر پر ہی پروگرام مرتب کر لیتے۔ جماعت کے منشور و دستور اور قائدین احرار کے کارناموں پر ان کی گہری نظر تھی۔

(بقیہ صفحہ ۶۲ پر)